Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقالۂ خصوصی

صحافی حضرات کی خدمت میں ایک ضروری گذارش

ہمیں کچھ کہنا نہیں بھائیو! نصیحت ہے غریبانہ

۹ر جون ۱۹۸۲ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد سے اب تک جماعتِ احمدیہ اور احمدیوں کے بارے میں ملکی اور قومی اخبارات میں ہر دوسرے تیسرے روز ایک نہ ایک خبر پڑھنے کو ملتی ہے کبھی "باوثوق ذرائع" کے حوالے سے جماعت میں "تفرقہ" کی "مصدقہ اطلاع" کا ذکر ہوتا ہے۔ کبھی اس مزعومہ "تفرقہ" کو دور کرنے کے سلسلے میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کی "ناکامی" اور "ناکامی کے نتیجے میں" ملک سے روانگی کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو کبھی صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل الاعلیٰ وکیل التبشیر کے علاج کیلئے بیرونِ ملک سفر کو بیرونی مشنوں "پر قبضہ کرنے کا سفر" قرار دیا جاتا ہے۔ کبھی ایم۔ ایم احمد (صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب) کے بیعت نہ کرنے کے متعلق خبر آتی ہے تو کبھی ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے متعلق لکھا جاتا ہے کہ وہ ابھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حلقہ بیعت میں شامل نہیں۔ کبھی چند "بے کس اور مجبور" افراد پر ہونے والے "مظالم" کی کہانی سنائی جاتی ہے۔ اور یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے بیعت نہیں کی "انہیں "ظلم" کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ان کے بائیکاٹ کا حکم دے دیا گیا ہے۔ ان "مظلوموں" کی زندگی "اجیرن" بنا دی گئی ہے اور وہ سخت خطرات سے دوچار ہیں" اور کبھی یہ شائع کیا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے بیعت نہیں کی اُن کی تعداد چار لاکھ سے متجاوز ہے اور وہ ایک متوازی جماعت قائم کر رہے ہیں، اب کوئی کیا سمجھے کہ کون سا بیان سچ ہے، لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ یہ ساری باتیں جھوٹ پر مبنی ہیں ان میں سے کوئی ایک بات بھی سچ نہیں۔

اسی پر بس نہیں۔ گذشتہ ایک صدی پر محیط احمدیہ لٹریچر اور حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ ..... کی کتب سے سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے فقرات اٹھائے جاتے ہیں اور توڑ مروڑ کر انکو پیش کیا جاتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ آج کے اخبار میں ایسی "خبر" پڑھنے کو ملتی ہے جو اسی اخبار کے گذشتہ روز کے شمارہ میں شائع شدہ "مصدقہ اطلاع" کی تردید کر رہی ہوتی ہے۔ بلکہ حد تو یہ ہے کہ بعض اوقات اُسی اخبار یا رسالہ کے ایک صفحہ پر خبر چھپتی ہے اور اُسی اخبار یا رسالہ کے دوسرے صفحے پر ایک اور خبر دی جاتی ہے جو پہلے صفحہ کی خبر کو جھٹلا رہی ہوتی ہے۔

یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور کھلے بندوں ہو رہا ہے۔ اخباری ضابطۂ اخلاق اور پریس سنسر ایکٹ کے باوجود حقائق کو مسخ کر کے پیش کرنے اور من گھڑت قصے اور کہانیاں سنانے کا یہ سلسلہ گذشتہ دو ماہ سے برابر جاری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے صحافی حضرات کی امداد کے لیے کچھ اور اصحاب بھی میدان میں آ کودے ہیں۔ جو گمنام یا غیر معروف ناموں سے بے سر و پا الزامات اور لایعنی افواہوں پر مبنی اشتہارات شائع کر کے تقسیم کر رہے ہیں۔

جہاں تک ہم احمدیوں کا سوال ہے یہ بات ہمارے لیے کوئی نئی نہیں ہے۔ گذشتہ ایک صدی کی تاریخ کے صفحات اس بات کے شاہد ہیں کہ جب بھی جماعت احمدیہ پر ایسے حالات آئے ہمارے خوش فہم مخالفین کو یہ امید ہوئی کہ اب یہ جماعت تفرقہ کا شکار ہو کر ختم ہو جائیگی اور تاریخ اس بات کی بھی شاہد ہے کہ ہمیشہ ہی جماعت احمدیہ کے افراد نے ایسے حالات میں پہلے سے بھی بڑھکر اتحاد۔ اتفاق اور تنظیم کا مظاہرہ کیا اور جماعت مشکل سے مشکل حالات میں سے بھی کامیابی اور کامرانی کے ساتھ سرخرو نکلی۔

جب ۱۹۰۸ء میں بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت اقدس ..... کا وصال ہوا اُس وقت بھی یہی کہا گیا تھا کہ اپنے بانی کی وفات کے ساتھ یہ جماعت بھی ختم ہو جائیگی پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ..... کی وفات کے موقعہ پر تو یہ بات عام لوگوں کی زبانوں پر تھی کہ "اکابرین" جماعت کی علیحدگی کے بعد جماعت کی باگ ڈور چند "نو آموز اور ناتجربہ کار" لوگوں کے ہاتھ آگئی ہے اور چند ہی روز میں اس کا نتیجہ سامنے آجائیگا۔ ۱۹۶۵ء میں حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی ..... کی وفات پر بھی ہمارے مخالفین کو یہی توقعات تھیں اور اب ۱۹۸۲ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال پر بھی ایک طبقہ اسی قسم کی خوش فہمیوں کو دل میں بسائے ہوئے ہے اور ماضی سے سبق سیکھے بغیر اسی امید اور توقع پر اس قسم کی خبریں اخبارات اور اشتہاروں کے ذریعے پھیلا رہا ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان جھوٹی خبروں کی اشاعت سے وہ جماعت کے اتحاد کو کمزور کرنے اور احباب جماعت کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے حالانکہ اگر یہ گزشتہ ایک صدی کی تاریخ کو اپنے سامنے رکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ وہ ایک سعیِ لاحاصل میں مصروف ہیں اور ایک بے مقصد جدوجہد میں اپنے ذرائع اور اپنی قوتیں ضائع کر رہے ہیں۔

ہم احمدی تو غلط باتوں۔ لایعنی الزامات اور من گھڑت افواہوں کے سننے اور پڑھنے کے عادی ہیں اور ان کے بارے میں ہمارا ردِّ عمل وہی ہے جس کی طرف سورہ الفرقان میں خدا تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے:

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝

ہم تو دل آزار الزامات اور دل دکھانے والے بہتانوں کی اشاعت پر بھی الزام لگانے والوں سے شکوہ نہیں کرتے بلکہ قرآنی تعلیم کے مطابق یہی کہتے ہیں

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ

اور اپنے ربّ سے ہی مدد چاہتے ہیں کہ وہ جھوٹ کا پردہ چاک کر کے سچائی کو دنیا پر ظاہر کر دے۔

پس جہاں تک ہمارا ـــــ جماعتِ احمدیہ کا ـــــ تعلق ہے ہمیں اخبارات اور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ + عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
روزنامہ الفضل ربوہ
قائمقام ایڈیٹر یوسف سہیل شوق
فون ۴۴۹
جلد ۷۱ / ۳۶ | بدھ ۲۱ر شوال ۱۴۰۲ھ، ۱۱ر ظہور ۱۳۶۱ ہش، ۱۱ر اگست ۱۹۸۲ء | نمبر ۱۸۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خطبہ جمعہ

احمدی بچے کو چوکس رہ کر سنبھالنا جماعت احمدیہ کا بنیادی فرض ہے

ہر بچہ تعلیم کے میدان میں اُس مقام تک ضرور پہنچے جس کی استعداد اللہ تعالیٰ نے اُسے دی ہے

ہمیں اگلے پندرہ بیس سال کے اندر ہزاروں کی تعداد میں ٹاپ کے سکالر چاہئیں

اصل علم قرآن کریم ہے، سارے علوم کی بنیادی باتیں قرآن میں نظر آتی ہیں

خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

۷ فتح ۱۳۵۸ ہش، ۷ دسمبر ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ

مرتبہ:۔ مکرم یوسف سلیم ملک صاحب ایم اے انچارج صیغہ زود نویسی ربوہ

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"کل ایک نوجوان ملاقات کے لیے آئے تھے۔ مجھ سے مشورہ مانگنے لگے کہ میں ایم بی بی ایس کے آخری سال میں ہوں اور چاہتا ہوں کہ پڑھائی چھوڑ دوں اور کوئی اور کام کروں۔

انہیں تو میں نے تاکید کی کہ پڑھائی نہیں چھوڑنی پہلے ڈاکٹر بنو۔ پھر نوعِ انسانی کی خدمت کرو۔ لیکن جس رنگ میں اُس نوجوان نے مجھ سے بے تکلف یہ بات کی کہ ڈاکٹری کے آخری سال میں ہوتے ہوئے بھی پڑھائی چھوڑنے کا خیال اُس کے دل میں پیدا ہوا، اس نے مجھے اِس طرف متوجہ کیا کہ جماعت پر واضح کروں کہ

حصولِ علم کی بڑی اہمیت ہے۔

اگر ہم سارا ہی علم حاصل کر لیں اور ہم سے میری مراد نوعِ انسانی ہے۔ پھر توجہ کم ہو جائے تو شاید۔ شاید اس کا کوئی عقلی، اخلاقی یا شرعی جواز ہو۔ لیکن وہ کائنات جس کی ہر شے ہماری خدمت کے لیے پیدا کی گئی اور جس کی ہر شئے سے خدمت لینے کے لیے ہمیں اُس کا علم حاصل کرنے کی ضرورت ہے، وہ غیر محدود پہلو خدمات کے اپنے اندر رکھتی ہے۔ ہر شئے غیر محدود پہلو علم کے اپنے اندر رکھتی ہے۔ مجموعی طور پر وہ تمام اشیاء جن کا گننا ہمارے لیے ممکن نہیں، ہمارے تصور میں بھی وہ تعداد آ نہیں سکتی اُس کی وسعتوں کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے۔ وہ کہاں ختم ہوگا۔ کب ختم ہو سکتا ہے۔

حضرت (اقدس ..... ناقل) نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت سے جو چیز پیدا ہوئی ہے اس کی غیر محدود صفات ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود صفات کے جلوے ہر آن اس کے اُوپر ہو رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا قیامت تک انسان کوشش کرتا رہے خشخش کے ایک دانے کی صفات کا علم حاصل کرنے کی اس پر تحقیق کرے نئے سے نیا علم اس کے سامنے آئیگا۔ قیامت تک کوشش کرے وہ

خشخش کے دانہ کی صفات

کا احاطہ نہیں کر سکے گا۔ وہ سارا علم اُسے حاصل نہیں ہو سکے گا تو علم کا میدان اتنا وسیع ہے کہ اس کی وسعتوں کا اندازہ نہیں۔ اس لیے کہ کائنات کی وسعتوں کا اندازہ نہیں اس لیے کہ کائنات میں سے ہر شئے پر خدا تعالیٰ کی صفات کے جو جلوے ظاہر ہوتے ہیں اُن کی وسعتوں کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔

میں نے جماعت کو بار بار اس طرف متوجہ کیا ہے کہ علم کی طرف وہ توجہ دے اور اپنی نسل کو، اپنے بچوں کو زیادہ سے زیادہ پڑھائے۔ ابھی پچھلے دنوں میں نے یہ کہا تھا کہ ہر احمدی بچہ کم از کم دسویں جماعت پاس ہونا چاہیئے کم از کم اتنی تعلیم ہونی چاہیئے۔ علم کا حصول جو ہے نوعِ انسانی جس رنگ میں حاصل کرتی ہے اُس میں بھی ہمیں ایک PYRAMID نظر آتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یعنی بنیاد اُس کی چوڑی ہے اور پھر آہستہ آہستہ وہ تنگ ہوتا جاتا ہے اور پھر چوٹی میں وہ لوگ پہنچتے ہیں جو چوٹی کے دماغ رکھتے ہیں ڈاکٹر سلام جیسے۔ مگر وہ ایک نہیں وہ بھی ہزاروں کی تعداد میں ہو سکتے ہیں اور ہونے چاہئیں۔ اس پر میں نے کل کی اُس گفتگو کے بعد جو بچے سے ہوئی بہت سوچا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ جو میں نے یہ کہا تھا کہ کم از کم دسویں جماعت ہو وہ بھی صحیح نہیں کہا تھا۔ بلکہ قرآنِ کریم کی تعلیم کی روشنی میں مجھے یہ کہنا چاہیئے تھا کہ

ہر بچہ اس مقام تک ضرور پہنچے

جس کی استعداد اللہ تعالےٰ نے اُسے دی ہے۔ استعداد، استعداد میں فرق ہے تو جس قدر تعلیم میں بچہ آگے نکل سکتا ہے وہاں تک اُسے پڑھنا چاہیئے۔ عملی زندگی میں داخل ہونے سے پہلے۔ پھر وہ عملی میدان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی دوسری قوتوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر بنی نوع انسان کی بہتر خدمت کر سکتا ہے۔

جب میں کہتا ہوں کہ ہر بچہ جہاں تک تعلیم حاصل کر سکتا ہے وہاں تک تعلیم حاصل کرے تو عملی جو اس کی شکل بنے گی اس کی ذمہ داریاں SHIFT کریں گی۔ اپنا مقام چھوڑیں گی۔ مثلاً ایک بچہ ہے وہ ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا۔ وہ پرائمری تک بھی تعلیم حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک اس کی مدد نہ کی جائے۔

اس کی مدد ہونی چاہیئے

کئی خط میرے پاس آجاتے ہیں ایسے کہ پرائمری تک تو ہم نے اپنے بچے کو پڑھا دیا مڈل تک نہیں پڑھا سکتے۔ ہمارے بچے کے لیے کوئی انتظام کریں۔ جہاں تک ہو سکتا ہے کرتے ہیں، لیکن اس طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ جہاں تک پرائمری تک پڑھانے اور آگے پھر مڈل تک پڑھانے کا سوال ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کی قریباً ساری ذمہ داری مقامی جماعتوں کو اٹھانی چاہیئے۔ قریباً میں نے اس لیے کہا کہ بعض جگہ نئی نئی جماعتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور تعداد کے لحاظ سے اور مالی وسائل کے لحاظ سے وہ عملاً پرائمری تک کی ذمہ داری اُٹھانے کے بھی قابل نہیں ہوتیں۔ اس صورت میں مرکز کو جہاں تک ممکن ہو اُن کی مدد کرنی چاہیئے۔

بعض ایسے خط آجاتے ہیں کہ مڈل تک پڑھا دیا آگے نہیں پڑھا سکتے، اور بچہ پڑھنے کے قابل ہے اُسے پڑھانا چاہیئے لیکن دسویں تک میں نے جو کہا اُس کی ایک وجہ تھی اُس وقت میرے ذہن میں اور وہ یہ تھی کہ ساری دنیا نے جو امیر دنیا ہے انہوں نے بھی ایک معیار ایسا رکھا ہے جس کے بعد جو محض علم والا حصہ ہے اس میں ایک روک پیدا کرتے ہیں اور ہنر اور علم جہاں مل جاتے ہیں اُس طرف اُن کو پھیر دیتے ہیں۔ مثلاً ایک بچہ ہے انگلستان کا ان کے ویسے نام کلاسوں کے اور ہیں۔ اے لیول A LEVEL اور او لیول O LEVEL وغیرہ وغیرہ لیکن جو بھی ہیں اُن کے نام، وہ ایک خاص LEVEL (لیول) کے بعد بچے کو کہتے ہیں کہ آگے تم نہ جاؤ۔ تمہارا ذہن انجینئرنگ کی طرف جاتا ہے۔ بہت ذہین نہیں تم۔ انجینئر نہیں بن سکتے لیکن اچھے ٹیکنیشن بن سکتے ہو۔ تو وہ ہنر سیکھو۔ اُس میں پھر وہ کہتے ہیں اور بچے کو یہ ہدایت کرتے ہیں اس کو مشورہ دیتے ہیں، گائیڈ کرتے ہیں کہ تمہارا ذہن ایسا ہے کہ بجلی سے تعلق رکھنے والی انجینئرنگ کے تم اچھے ٹیکنیشن بن سکتے ہو۔ پھر اُدھر اس کو منتقل کر دیتے ہیں۔ تو

ساری قوم مدد دیتی ہے

بچے کو اس راہ کی تعیین میں جس میں وہ زیادہ سے زیادہ ترقی کر سکتا ہے یہاں ایسے سامان نہیں۔ ماحول بھی ایسا نہیں۔ ہمارے ہاں ہماری جماعت میں قاضی محمد اسلم صاحب ماہر نفسیات کو اس میں شغف ہے۔ بہتوں کو انہوں نے مشورے دیئے۔ اچھے بھی دیئے، نہیں بھی دیئے ہوں گے اچھے۔ اور اپنے بیٹے کو انہوں نے غلط مشورہ دے دیا۔ وہ کہے میرا دماغ نہیں جاتا سائنسز کی طرف مجھے آرٹس پڑھنے دیں۔ اور یہ اُس کو کہیں کہ نہیں میرا دل کرتا ہے کہ تم سائنسز پڑھو اور اس کو بڑی مشکل پڑی اور اس وقت شاید اس کا ایک سال ضائع ہوا یا نہیں ہوا۔ بہرحال کچھ وقت اسے تکلیف اٹھانی پڑی اور باپ ماہر، غلطی سے مظلوم بیٹے کو غلط راستے پر چلانا چاہتا تھا لیکن وقت پر اس نے اپنا مضمون بدلا اور اس میں وہ بڑی ترقی کر گیا آرٹس میں۔ اور مقابلوں کے امتحان میں۔ بڑے اچھے نمبر لے کر وہ آگے نکلا۔

تو اس قسم کا ہمارے ہاں ماحول بھی نہیں۔ ہمارے پاس ماہر بھی نہیں لیکن جس حد تک ہو سکتا ہے ہمیں اس طرف توجہ کرنی چاہیئے جو دسویں سے آگے نکلتے ہیں ان کو یعنی انٹرمیڈیٹ۔ پری میڈیکل۔ پری انجینئرنگ اور آرٹس تینوں جو حصے بنتے ہیں اس میں

احمدی بچے کو چوکس رہ کر

سنبھالنا جماعت احمدیہ کا بنیادی فرض ہے اور جو اس کے بعد یعنی انٹرمیڈیٹ کے بعد مثلاً انہوں نے طب کا لیا۔ میڈیکل کورس لیا یا انجینئرنگ کا لیا یا سائنسز کے دوسرے مضامین ہیں وہ آگے جا کر بہت ترقی ان میں کر سکتا ہے۔ فزکس ہے کیمسٹری ہے۔ باٹنی زوالوجی ہے وغیرہ وغیرہ اب تو سائنسز کے نام بھی نئے علوم مدوّن ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک دفعہ میں نے بتایا تھا ایک نئی سائنس بن گئی۔ سائنس آف چانس۔ یہ اتفاق۔ اتفاق۔ اتفاق انسان جو کہتا تھا تو سوچنے والوں نے سوچا۔ فکر کرنے والوں نے فکر کی اور اس کو ایک سائنس میں تبدیل کر دیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمیں ماننا پڑے گا کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا کوئی خالق، کوئی رب، کوئی ایک ذات ہستی ایسی ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے

بہرحال جو آگے جاتے ہیں وہ پھر کئی حصوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو درمیانے درجہ کے ہیں یا درمیانے درجے کے بھی نچلے حصے میں ہیں۔ وہ ایم ایس سی کر لیتے ہیں لیکن اُن کا ذہن بہت اچھا نہیں GENIUS نہیں۔ وہ یہاں کی تعلیم ہمارے ملک کی جو ہے وہ ان کے لیے کافی ہے

ان کو سہولت ملنی چاہیئے۔

ان کی صحت کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ان کی غذا کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ایک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صحت مند ایم ایس سی پیدا ہو جائے اس ملک کی خدمت کیلئے۔ جو اس سے اُوپر کے دماغ ہیں وہ آگے دو حصوں میں بٹتے ہیں۔ ایک وہ جو بہت اچھا نہیں۔ لیکن کافی اچھا ہے۔ بہت اچھا نہیں کہ سارا بوجھ اُس کی HIGHER STUDIES اعلیٰ تعلیم کا جماعت احمدیہ برداشت کرے اور یہ فرض ہو۔ لیکن اتنا بڑا بھی نہیں کہ اس کو نظر انداز کر دیا جائے اگر اس کا خاندان اس کے اخراجات میں حصہ دار بنے تو کچھ حصہ جماعت کو ادا کرنا چاہیئے

باقی بوجھ وہ اٹھائیں

جو ایسا طالب علم ہے جو بہت ہی اچھا ہے اسکا اگر سارا بوجھ بھی اٹھانا پڑے۔ یہ اگر کے ساتھ مَیں کہہ رہا ہوں ویسے۔ اگر سارا بوجھ بھی اٹھانا پڑے تو جماعت کو اٹھانا چاہیئے لیکن چونکہ وہ بہت اچھا ہے اس لیے اگر اسکا خاندان یہ کہے کہ ہم کچھ بھی نہیں دینا چاہتے باوجود اسکے کہ ہم مالدار بھی ہیں تو یہ غلط ہے۔ جس حد تک بھی وہ اس کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں ان کو اٹھانا چاہیئے اور اس کے علاوہ جو بوجھ بھی ہے وہ جماعت کو اٹھانا چاہیئے۔ ذہن کو ضائع نہیں ہونے دینا۔ یہ آپ عہد کریں۔ جو ذہن اللہ تعالیٰ نے ایک احمدی خاندان میں پیدا ہیں پیدا کیا ہے وہ ضائع نہیں ہوگا۔

اب میں اوپر کے جو دو حصے بنتے ہیں۔ دو گروہ بنتے ہیں ان کے متعلق بات کر رہا ہوں۔ ایک وہ ہے کہ جن کا سارا بوجھ بھی جماعت کو اٹھانا پڑے تو جماعت کو اٹھا لینا چاہیئے۔ اس کی ایک مثال دیتا ہوں اُس میں کچھ غلط فہمی بھی ہوئی تھی۔ ایک بڑا ذہین بچہ، وہ میرے پاس آیا اُس وقت مجھے خیال بھی نہیں تھا کہ یہ سارا بوجھ ڈالنا چاہتا ہے کہتا ہے کہ مَیں امریکہ جانا چاہتا اور اس کے متعلق رپورٹ یہ تھی کہ وہ بہت اچھے ذہن کا ہے۔ تو خیال یہ تھا کہ امریکہ میں ایک سال کے بعد کہیں نہ کہیں سے وظیفہ مل جاتا ہے مَیں نے کہا ٹھیک ہے۔ چلے جاؤ اسکو یہاں سے دے دی کافی رقم کوئی پندرہ بیس ہزار روپے کی دے دی۔ پھر اگلے سال اُس نے مطالبہ کیا پھر وہاں کی جماعت سے کہا

اس پر خرچ کرو

پھر تیس چالیس ہزار، وہاں بھی تعلیم پر خرچ بڑھتا چلا جا رہا ہے سال بسال۔ پھر اسکا مطالبہ آیا۔ پھر مَیں نے اسکو لکھا کہ تم اسکو لکھا کہ تم نے جو شکل پیش کی تھی وہ کچھ اَور تھی اور اب تم مانگ زیادہ رہے ہو۔ مَیں نے جماعت کو لکھا کہ پتہ کریں کیوں اب ہم دیں؟ تو جماعت کے جو سمجھ دار لوگ تھے انہوں نے کہا یہ اتنا ذہین ہے اور یونیورسٹی میں اسکا اتنا اثر ہے کہ اسکو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ پھر تیسرے سال میں غالباً ساٹھ ستر ہزار یا کتنا تھا وہ اس نے مانگا پھر مَیں جماعت کو کہا دو اس کو۔ پھر وہ غالباً اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ اسکے اگلے سال کا پھر مجھے علم نہیں۔ اسکو ضرورت نہیں پڑی ہوگی۔

تو ایسے جو ہیں۔ ایک بچہ یہاں تھا۔ اُس نے ایم ایس سی فزکس میں

یونیورسٹی کا ریکارڈ توڑا

اس کا خاندان اسکا خرچ نہیں برداشت کر سکتا تھا اسکا وہاں سارا خرچ پی ایچ ڈی کے لیے ہمنے مقرر کر دیا۔ دیں گے۔ یہ ۱۹۷۶ء کی بات ہے اس وقت وہ وہاں میرے ہوتے ہوئے، مَیں دورہ پر تھا، لندن میں تھا، جب وہ وہاں پہنچا، مجھے کہنے لگا، آکے ایک دن کہ مجھے جماعت نے وظیفہ دیا ہے پی ایچ ڈی کرنے کیلئے۔ انگلستان کی کوئی یونیورسٹی مجھے پی ایچ ڈی میں داخل نہیں کر رہی۔ وہ کہتے ہیں پہلے ایم ایس سی کرو۔ ہمارا ملک شاید وہاں بدنام ہے یا کیا قصہ تھا واللہ اعلم مَیں نے سوچا، مَیں نے اسکو کہا، ٹھیک ہے۔ مَیں نے کہا اگر یہ تمہیں داخل نہیں کر رہے تو ان کا حق ہے اسلیئے کہ تمہیں اور تمہارے ذہن کو یہ پہچانتے نہیں۔ وہ کہتے ہیں، نہیں داخل کرنا۔ اپنے ملک کے بچے کی سیٹ تمہیں کیوں دیدیں، پی ایچ ڈی کی۔ تو وہاں مشورہ کیا۔ گلاسکو کی یونیورسٹی اسکو ایم ایس سی میں داخل کرنے کیلئے تیار تھی۔ کچھ اَور یونیورسٹیز بھی مشورہ کیا، انہوں نے کہا کہ گلاسکو کی یونیورسٹی زیادہ اچھی ہے۔ مَیں نے اُسے کہا میری طرف سے اجازت ہے تم کو۔ ایم ایس سی میں جا کے داخل ہو جاؤ۔ ساتھ ہی مَیں نے اُسے یہ کہا کہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ فضل کرے گا کہ چھ مہینے کے اندر اندر وہ تمہیں خود کہہ دیں گے کہ چلو جاؤ پی ایچ ڈی میں۔ جب تمہارے ذہن کو پہچاننے لگیں گے، پھر وہ کہیں ٹھیک ہے، آؤ پی ایچ ڈی کرو۔ تین مہینے کے بعد انہوں نے کہا بدل لو اپنا کورس۔ ایم ایس سی کی بجائے پی ایچ ڈی کر لو اتنا ذہین تھا۔ اب بھی اُس نے پی ایچ ڈی ختم نہیں کیا تھا۔ آکسفورڈ اور کیمبرج دنیا کی چوٹی کی دو یونیورسٹیز ہیں۔ انہوں نے اسے لیکچر دینے کیلئے بلانا شروع کر دیا۔ اور ابھی امتحان اس نے پاس نہیں کیا تھا۔ تو ایسے ذہن جو ہیں ان کو

ہم کیسے ضائع کر سکتے ہیں

صرف اپنے فائدہ کیلئے نہیں، نوع انسانی کا یہ فائدہ ہے کہ ہر ذہن جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو اُس کی صحیح اور کامل نشو و نما کیجائے۔ تاکہ نوع انسانی اس کائنات کی ہر شے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکے۔ اور خدمت لے سکے۔

مَیں نے بتایا ۱۹۷۶ء میں اس نے ایم ایس سی فزکس کا ریکارڈ توڑا۔ کچھ لوگ تھے یہاں وہ پچھلے ریکارڈ سے اتنا آگے نکلا کہ بعض لوگوں نے یہ باتیں شروع کر دیں کہ ایک احمدی ہے بچہ، اس نے ریکارڈ توڑ دیا، اتنے نمبر لے لیے، آگے کون آئیگا، پھر اسکا ریکارڈ توڑنا بڑا مشکل ہو جائیگا۔ اس قسم کی باتیں شروع کر دیں۔ اس سال اِسی یونیورسٹی سے یعنی یونیورسٹی آف دی پنجاب سے ہماری ایک احمدی لڑکی نے اس لڑکے کا ریکارڈ توڑ دیا۔

تو جو خدا تعالیٰ کی عطا ہے اس کی قدر کرنی چاہیئے اور اسکو سنبھالنا چاہیئے۔ مَیں نے بڑا سوچا اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر عطا ہی عظیم ہے اور اسکا ہمیں شکر گزار ہونا چاہیئے بڑی عظیم یہ نعمت ہے، اللہ کی، کہ کسی گھر میں ذہین بچے پیدا ہو جائیں،

ذہن رسا سے زیادہ

اَور بڑی کوئی عطا نہیں کیونکہ ہر قسم کی خدمت پھر عطا سے فائدہ اٹھانے کی قابلیت ذہن کے ذریعہ سے ہی ہوتی ہے نا۔

تو مَیں بتا یہ رہا ہوں جماعت کو کہ جو اس قسم کے بچے ہیں ان کو تو ہم نے بہر حال سنبھالنا ہے خواہ کتنی مالی قربانی دینی پڑے جماعت کو لیکن جو ان سے ذرا نیچے ہیں مثلاً واضح کرنے کے لیے، یہاں بچے بڑے بہت پڑھے ہوئے زمیندار بھی ہیں۔ وہ سمجھ جائیں گے میری بات، ذرا نیچے سے۔ مَیں بڑا لمبا عرصہ کالج کا پرنسپل بھی رہا ہوں۔ یونیورسٹی کی طرف سے کچھ وظائف ہوتے ہیں۔ کچھ محکمہ تعلیم کی طرف سے وظائف ہوتے ہیں وہ مثلاً، اگر کسی نے انٹرمیڈیٹ کا

امتحان دیا تو سو دو سو، کافی تعداد ہے وظائف کی، یونیورسٹی یا محکمہ تعلیم کی طرف سے وہ وظائف مقرر ہیں۔ چوٹی کے اتنے لڑکوں کو وہ وظیفہ مل جاتا ہے۔ فرض کریں کہ مثلاً جس نے ۶۴ فیصد نمبر لیے کم از کم معیار جو وظیفہ لینے والوں میں سے تھا وہ اس کا تھا یعنی باقی سب نے ۶۴ فیصد سے زیادہ نمبر لیے اور سب سے کم وظیفہ لینے والے نے ۶۴ فیصد نمبر لیے۔ اس سے نیچے ہے ۶۳ فیصد والا۔ اور ۶۳ اور ۶۴ میں بڑا فرق نہیں۔ لیکن قانون اسکو وظیفہ نہیں دے رہا۔ ہے ذہین اور ایسا ذہین بھی ہے بعض دفعہ کہ وہ اگلے امتحان میں اپنے اُوپر کے بچوں سے آگے نکلنے والا ہے۔ اس کو کیسے ضائع کیا جاسکتا ہے۔ ایسے بچے

جو ذرا کم نمبر لینے والے

وظیفہ کی حد سے۔ احمدی بھی اور ہمارے دوسرے بچے بھی بیسیوں کی تعداد میں اُن کو ہر قسم کی سہولت دے کے تعلیم الاسلام کالج نے پڑھایا ہے۔ اس واسطے کہ مجھے ایک ہدایت بنیادی طور پر حضرت مصلح موعود۔۔۔ نے دی تھی جب مَیں کالج کا پرنسپل بنا اور وہ یہ تھی کہ کالج اس لیے کھولا گیا ہے کہ ہمارا مُلک تعلیم کے میدان میں بہت پیچھے ہے۔ مدد کرنی ہے قوم کی تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کی

تبلیغ اس کی غرض نہیں۔

وہ دوسرے محکمے ہیں تبلیغ کرنے کے۔ ہر قسم کا لڑکا آیا اور اس کو اگر وہ غریب تھا اور ذہین تھا کالج نے وظیفہ دیا۔

ایک ایسا طالب علم آیا میرے پاس جس نے بس ذرا کم نمبر وظیفہ سے لئے ہوئے تھے۔ یہ لاہور کی بات ہے۔ اور مہاجر تھا اور ہندوستانی تھا۔ مَیں نے اس کے کوائف پوچھے تو کہنے لگا ایک پیسہ نہیں خرچ کر سکتا۔ مجھے کسی نے کہا ہے پڑھنا ہے تو تعلیم الاسلام کالج میں چلے جاؤ۔ خیر میں نے پوچھنا شروع کیا۔ میں نے کہا تم کہتے ہو ایک پیسہ خرچ نہیں کر سکتا تو دسویں کیسے تم نے پاس کرلی۔ یہ بتاؤ مجھے۔ پھر اپنی دُکھ کی داستان مجھے سنائی۔ کہنے لگا میرا ایک بڑا بھائی ہے وہ کلرک ہے گورنمنٹ کے کسی محکمے میں اور اس وقت تنخواہیں کم تھیں۔ اب تو زیادہ ہوگئی ہیں۔ سو کے قریب اس نے بتایا صحیح نہیں مجھے یاد کم و بیش سو۔ کچھ کم کچھ زیادہ۔ یہ اس کی تنخواہ ہے کہنے لگا میرے والد اور والدہ بھی زندہ ہیں اور دونوں نابینا ہیں۔ میرا بھائی والدین کو بھی پالتا ہے اور تھوڑی بہت اس نے میری مدد بھی کی مجھے کھانا کھلاتا رہا۔ گھر میں مَیں رہتا ہوں اُس نے مجھے کھانا دیا اور تھوڑی سی اور مدد کی۔ کوئی پنسل لے دی کچھ اور سکول والوں نے میری فیس معاف کردی۔ اور اس طرح اس نے اتنے اچھے نمبر لئے کہ اگر دس نمبر اور لیتا تو وظیفہ مل جاتا اس کو۔ میں نے کہا، ٹھیک، تمہیں داخل کروں گا لیکن میرے دماغ نے یہ سوچا کہ اگر پڑھنے کی خاطر اس نے خود اور اس کے خاندان نے

قربانی نہ کی تو

ممکن ہے یہ بے توجہ ہو جائے پڑھائی سے۔ یعنی اب مَیں بات کر رہا ہوں تب بھی مجھے دُکھ ہو رہا ہے کہ میں نے اسے تکلیف دی۔ لیکن وہ تکلیف پہنچانا ضروری تھا میرے نزدیک۔ مَیں نے اسے کہا کل آجانا۔ دس روپے لے آنا مَیں تمہیں داخل کرلوں گا۔ میں نے اس کو فرسٹ ایئر میں دس روپے لے کے داخل کیا۔ فیس وغیرہ ہر قسم کی۔ اور اس کے بعد ایک دھیلا اس سے نہیں لیا۔ اور مجھے یقین ہے کہ ان کے گھروں میں ممکن ہے کہ ایک وقت کا کھانا بھی نہ پکا ہو اس وجہ سے۔ بڑی قربانی ہے یہ یعنی اس قسم کے حالات میں دس روپے بڑی قربانی تھی اور وہی میں خود اس سے لینا چاہتا تھا اس کے پڑھنے کے لئے اس کے خاندان سے لینا چاہتا تھا۔

ایک دفعہ وہ بیمار ہوگیا۔ مجھے پتہ لگا۔ مَیں نے اپنے ایک پروفیسر کو بھیجا۔ میں نے کہا اس کو تانگے پر بٹھاؤ اور لے جاؤ چوٹی کے ایک ڈاکٹر تھے لاہور۔ اب وہ فوت ہوگئے ہیں۔ اُن کے پاس لے جاؤ اور اُن کو جاکر پہلے کہہ دینا وہ کپڑے دیکھے گا اُس کے۔ ہیئت کذائی دیکھے گا اور سمجھے گا غریب ہے توجہ نہیں کرے گا۔ کہنا یہ لڑکا بڑا غریب ہے لیکن جس کالج میں یہ پڑھ رہا ہے وہ غریب نہیں۔ اس واسطے اس کی صحیح طرح تشخیص کرو اور بہترین،

سب سے مہنگی دوائی

جو تمہارے نزدیک اس کے لئے چاہیے، وہ اس کے لئے نسخہ لکھ دو تم۔ اس ایک مرض میں میرا خیال ہے قریباً تین سو روپیہ اس کے اوپر خرچ کیا۔ دس روپے اُس سے لئے تھے۔ لیکن دس روپے کا دُکھ مجھے اب بھی ہے۔ لیکن ضروری تھا میرے نزدیک۔

تو میں آپ کو بتا یہ رہا ہوں کہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ جو ایک تو بہت اونچے ہیں لوگ اور ایک اُن سے ذرا نیچے۔ اور اس کی مثال میں مَیں نے کہا کہ دس بارہ نمبر لیتا تو وظیفہ لے لیتا۔ لیکن جہاں تک ہماری طاقت تھی ہم نے بلا امتیاز عقیدہ اور علاقہ۔ ہر ایک کو جو ہمارے پاس آیا ہم نے دیا۔ یعنی سینکڑوں کو تعلیم دلوا دی اللہ کے فضل سے۔

یہ جو میں نے ابھی کہا کہ یہ جو ذرا کم وظیفہ کی لائن سے ہیں وہ آگے بھی نکل جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں

ایک احمدی لڑکا تھا

اپنا خرچ کر رہا تھا۔ بہت نچلے درجے کی سیکنڈ ڈویژن یا اونچے درجے کی تھرڈ ڈویژن میں اس نے میٹرک پاس کیا اور ہمارے پاس آکے ایف اے پاس کیا یعنی بہت نچلے درجے کی سیکنڈ ڈویژن یا اوپر کی تھرڈ ڈویژن میں اُس نے ایف ایس سی پاس کیا اور اچھی۔ بہت اچھی سیکنڈ ڈویژن میں اس نے بی ایس سی پاس کیا اور فرسٹ ڈویژن میں اس نے ایم ایس سی پاس کیا۔ اس طرح ترقی کرنے والے بھی دماغ ہیں۔ یہ تو جو تجربہ کار ہیں وہ جانتے ہیں۔ اور کئی ایسے بھی آتے ہیں جو سات ساڑھے سات سو نمبر لے کے آتے ہیں اور دماغ ان کا ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ پھر آگے تنزل کی سیڑھیاں اُترتے ہیں۔ ترقی نہیں کرتے۔ لیکن وہ استثناء ہیں اُن کا پتہ لگ جاتا ہے۔

تو جماعت کے سامنے

اُس بچے کی کل کی گفتگو

کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ کھول کر بات کروں آپ سے۔ جو ہے اُوپر کی ایک لائن کھینچیں آپ۔ کہیں کہ اس سے اُوپر جو ہے اُسے ہم نے بہرحال سنبھالنا ہے۔ اگر اور نہیں انتظام اُس کا۔ یعنی جن کا انتظام ہے کئی ایسے

رجسٹرڈ نمبر ایل: ۵۲۵۴، پبلشر: مسعود احمد، پرنٹر: سید عبدالحی، مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ، مقام اشاعت: دفتر روزنامہ الفضل دارالرحمت غربی ربوہ۔ قیمت: ۵۵ پیسے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چوٹی کے ہیں۔ اب جس لڑکی اپنی بچی کا میں نے کہا، اس کو بڑا وظیفہ دے دیا آکسفورڈ والوں نے۔ وہ گھبرائی ہوئی تھی اسکو پتہ نہیں تھا وہاں کے اخراجات کا تو اس کے والد اپنی بیٹی کو میرے پاس لے آئے میں نے اُس کو سمجھایا بالکل فکر نہ کرو۔ اتنا وظیفہ ہے کہ تم سے ختم نہیں ہوگا اور اتنی ذہین، اُس نے اپنے کوائف بھیجے، ابھی فزکس میں آگے دو لائنز تھیں جن میں سے ایک لے سکتی تھی۔ تو وہ ڈانواں ڈول تھی کہ کون سی لائن لے۔ اس نے وہاں جس سے خط و کتابت تھی انچارج تھا داخل ہونے کا اس نے اس کو لکھا تم کوئی فکر نہ کرو۔ یہاں آجاؤ۔ جو مرضی لے لینا داخل ہو جاؤ۔

کسبِ کمال کُن کہ عزیزِ جہاں شوی

کوئی رستے میں اُس کے روک ہی نہیں تھی۔ ویسے

میں نے اُسے مشورہ دیا

کہ یہ لائن لو۔ تمہارے لئے اچھی رہے گی۔ اُس وقت وہ نہیں مانی۔ میں نے کہا ٹھیک ہے جدھر جانا چاہتی ہو جاؤ۔ لیکن وہاں جا کے حالات دیکھ کے اُس نے وہی لائن لی جس کا میں نے پہلے اُسے مشورہ دیا تھا۔ بہر حال انشاء اللہ دعا کریں اللہ اُسے توفیق دے آگے سے آگے نکلنے کی۔

ایسے دسیوں ہمارے نوجوان ہیں بلکہ بیسیوں کہنا چاہیئے جو آگے نکل گئے یا جو آرہے ہیں اس وقت سٹڈی کر رہے ہیں لیکن دسیوں کی تو تعداد جو ہے وہ تو ہمارے لئے کافی نہیں ہے، ہمیں تو اگلے پندرہ بیس سال کے اندر پہلے سینکڑوں اور پھر ہزاروں کی تعداد میں ٹاپ TOP کا سکالر SCHOLAR چاہیئے ہر مضمون میں، اس واسطے کہ اس دنیا میں آج کے انسان نے

علم کی اہمیت اور اس کے مقام

کو پہچانا ہے اور علم نے اس کو نقصان بھی پہنچایا۔ یعنی علم کے میدان میں جب آگے بڑھے تو بہتوں نے یہ سمجھ لیا کہ عقل کافی ہے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے کی ضرورت نہیں۔ یا بعض مغرور ہو گئے لیکن جو اچھے سائنسدان دنیا نے پیدا کئے یا دوسرے محققین۔ اُن میں سے بڑی بھاری اکثریت مسکین کوئی فخر نہیں، عاجز انسانوں کی ہے یعنی خدا کو انہوں نے مانا یا نہ مانا لیکن عجز اور انکسار اُن کی طبیعتوں میں پایا جاتا ہے لیکن کچھ متکبر بھی ہو گئے۔ ان کو علم نے نقصان پہنچایا۔ کچھ قوموں کو نقصان پہنچایا۔ یعنی جو خود عالم نہیں تھے مثلاً آپ کوئی قوم یورپ کی لے لیں۔ ایک حصہ تھا اُن کا محققین کا۔ عاجز منکسر المزاج انسانوں کا جنہوں نے علم کے میدان میں رفعتیں حاصل کیں۔ چاند پہ کمند ڈالی۔ مریخ کی تصویریں حاصل کر لیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہر طرف وہ آگے بڑھے۔ آگے بڑھتے چلے گئے۔ دُنیوی لحاظ سے بڑے ہی منکسر المزاج اکثر اُن میں سے ایسے ہیں جنہوں نے ان قوموں کو سنبھالا ہوا ہے مجھ سے کسی نے پوچھا تھا کہ خدا تعالیٰ ہماری قوم پر عذاب کیوں نہیں نازل کرتا اتنے بد اخلاق ہو گئے ہیں ہم۔ میں نے کہا تمہارے اندر ایک حصہ ایسا ہے کہ جو شراب نہیں پیتا، سگریٹ نہیں پیتا۔ جو شہوت کی نظر کسی لڑکی پر نہیں ڈالتا۔ اپنے کام میں مگن خدمتِ خلق کا جذبہ ہے اس کے اندر۔ کہتا ہے یہ میرا میدان ہے اس میں میں ترقی کروں گا۔ انسان کو فائدہ پہنچے گا۔ اور ہر ملک میں لاکھوں ایسے ہیں تو ان کو

خدا تعالیٰ کیسے ہلاک کر دے

جو اس کے بندوں کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اگرچہ اس کو نہیں پہچانتے بہر حال ہم نے ان تک بھی تو خدا کا نام پہنچانا ہے یہ جو علمی میدانوں میں آسمانوں کو چھو رہے ہیں اُن تک بھی تو خدا کا نام پہنچانا ہے۔ اُن پر بھی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن ظاہر کرنا ہے۔ انہیں بھی تو بتانا ہے کہ کس قوتِ احسان کے مالک ہیں ہمارے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اُن سے تو اُنہی کے مقام پر علمی میدان میں پہنچا ہوا آدمی بات کر سکتا ہے اور تو نہیں کر سکتا۔

تو اِس نقطۂ نگاہ سے بھی یعنی ایک تو ہے

خدمتِ خلق کا نقطۂ نگاہ۔

اُس لحاظ سے بھی کہ زیادہ سے زیادہ خدمت لینے کی طاقت نوعِ انسانی میں پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے زیادہ سے زیادہ وہ حصہ پائے ایک یہ نقطۂ نگاہ ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ وہ لوگ جو خدا سے دُور چلے گئے خدا کی کائنات میں تحقیق بھی کر رہے ہیں۔ نئے سے نئے علوم بھی نکال رہے ہیں۔ نوعِ انسان کی خدمت بھی کر رہے ہیں۔ لیکن وہ جس نے سب کچھ پیدا کیا اس کو جانتے نہیں بڑی محرومی ہے۔ ان کو ان محرومیوں سے نکال کے ان ظلمات سے باہر کھینچ کر نور کی طرف لانا یہ بھی تو ہماری ذمہ داری ہے۔ یہ بھی تو اُن کا حق ہے۔ یہ حق ہے کہ ان کو نور ملے۔ یہ حق ہے کہ وہ خدا کو پہچانیں۔ یہ حق ہے کہ جس طرح دنیوی میدانوں میں انہوں نے خدا تعالیٰ کی نعماء کو حاصل کیا، روحانی طور پر بھی وہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والے اور اس کی رضا کی جنتوں کو پانے والے ہوں۔ اس لئے

جماعت احمدیہ کا یہ فرض ہے

کہ وہ اپنے کسی بچے کو اُس سے پہلے تعلیم چھوڑنے نہ دیں جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے۔ جو بچہ اپنے ذہن کے لحاظ سے مڈل تک پہنچ سکتا ہے اس کو پرائمری میں نہ چھوڑنے دیں تعلیم۔ جو میٹرک تک پہنچ سکتا ہے اسے مڈل میں نہ چھوڑنے دیں تعلیم۔ جو انٹرمیڈیٹ میں پہنچ سکتا ہے اس کو دسویں جماعت کے بعد تعلیم نہ چھوڑنے دیں۔ جو بی۔ اے۔ ایم۔ اے پی ایچ ڈی کر سکتا ہے اس سے پہلے وہ تعلیم چھوڑ کے دوسرے میدانوں میں نہ جائے۔ پہلے اپنی استطاعت اور قابلیت کے مطابق اپنی تعلیم کو پورا کرے۔ پھر وہ اس تعلیم سے فائدہ اٹھائے جو اس نے حاصل کیا، علم کے میدان میں۔ اس کی روشنی میں۔ دوسروں کے لئے ایک مفید وجود بننے کی کوشش کرے۔

اصل علم ہمارے نزدیک

تو قرآن کریم میں پایا جاتا ہے اور جتنے یہ سارے علوم سائنسز وغیرہ جو ہیں ان کی بنیادی باتیں ہمیں قرآن کریم میں نظر آتی ہیں بلکہ بعض ایسی بنیادی حقیقتیں ہیں کہ جو علم کے میدان میں آگے بڑھنے والی قومیں ہیں ان سے بھی وہ بنیادی حقیقت مخفی رہی اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ ہم پر اسے واضح کیا۔ مثلاً MATHEMATICS ہے۔ حساب جو ہے یہ سمجھا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جاتا ہے کہ بالکل واضح اور اس میں کوئی غلطی اور کوئی غلط اور کوئی CONFUSION ہو ہی نہیں سکتا۔ دو اور دو چار اور آٹھ اور آٹھ سولہ ہیں۔ اسی طرح یہ سارا چلتا ہے۔ لیکن جو حساب دان ہیں چوٹی کے انہوں نے یہ لکھا ہے میں نے خود پڑھا ہے کتاب میں کہ علم حساب جو ہے یعنی حساب کا علم۔ مفروضات کے اوپر اس کی بنیاد ہے، حقائق پر نہیں کہ بعض مفروضات ہم کرتے ہیں۔ پھر یہ علم آگے چلتا ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ

حساب کی بنیاد

بعض حقائق کائنات پر ہے۔ یہ میرا مضمون نہیں۔ میں لمبا نہیں کرنا چاہتا۔ صرف یہ بتا رہا ہوں کہ اس وقت علم کے میدانوں میں وہ علم جن کا دنیا کے ساتھ تعلق ہے بظاہر یا وہ علم جس نے، غلط فکر نے، محض دنیوی علوم سمجھے جانے لگے وہ انکی بنیادی باتیں قرآن کریم سے ہمیں پتہ لگتی ہیں۔ لیکن روحانی زندگی تو اس دنیوی زندگی کے مقابلہ میں ہر پہلو اور ہر جہت سے اہم بھی ہے اور اس قابل ہے کہ اس کے حصول کے لئے اس دنیا کی ہر چیز قربان کر دی جائے۔ یہ دنیا عارضی۔ تھوڑے وقت کے لئے اس کی نعمتوں میں اگر مٹھاس ہے تو کڑواہٹ بھی ہے۔ اگر خوشی ہے تو تلخی بھی ہے۔ اگر آرام ہے تو دکھ بھی ہے ہر چیز ملی ہوئی ہے انسان کی زندگی میں، لیکن اس کے مقابلہ میں جو اُخروی زندگی ہے اس میں تو ایک ایسی زندگی ہے جس میں موت نہیں۔ ایسی صحت والی زندگی ہے جس میں بیماری نہیں۔ ایسا احساس سیری کا۔ سیری کا احساس ہر لحاظ سے ہوتا ہے صرف روٹی کھا کے نہیں ہوتا۔ سیری کا ایسا احساس ہے جس میں بھوک کا کوئی دخل نہیں۔ ترقیات کے ایسے دروازے ہیں جو کبھی بند نہیں ہوتے۔ یہاں تو اس زندگی میں بند ہو جاتے ہیں۔ بڑھاپے کی عمر آتی ہے۔ علم آدمی جو ساری عمر سیکھتا رہا، وہ بھول گئے۔ بڑا زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تو وہ علم جو

اُخروی رضائے الٰہی

کی جنتوں کی نشاندہی کرنے والا۔ ان کی راہوں کو کھولنے والا ہے وہ قرآن کریم کا علم ہے۔ اس واسطے میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں جامعہ احمدیہ کے بھی طالب علم اور اساتذہ۔ اصل علم کے میدان میں جو قیادت کرنی ہے جو ہدایت دینی ہے۔ راہ نمائی جن کے حصہ میں آئے گی وہ، وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو سمجھا اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں میں ایک عظیم نور پیدا کرنے کی کوشش کی دعاؤں کے ذریعے۔ بعض طالب علموں کو بھی چند دن ہوئے میں نے کہا تھا کہ تمہارے دو حصے ہیں۔ ایک وہ جو تمہیں کتابیں پڑھائی جاتی ہیں قرآن کریم کی تفسیر ہے، احادیث ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان کا تعلق تمہارے اساتذہ اور کتب سے ہے ایک تمہارا کورس ہے جس کا تعلق صرف تم سے ہے اور وہ یہ ہے کہ تم دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ اس عظیم علم کے سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی تمہیں توفیق عطا کرے۔ اور یہ تو

ہمارے جامعہ میں

پڑھے ہوئے یا دوسرے علماء جو ہیں یا نہیں بھی پڑھے ہوئے وہ بھی پڑھ کے دعائیں کر کے علم حاصل کرتے ہیں۔ ساری جماعت کو، قرآن کریم کی روشنی سے روشنی لے کے روشن راہوں پر اپنی کوشش اور سعی کے قدم آگے بڑھانے چاہئیں۔ اگر مسلمان ہو کے۔ اگر قرآن کریم کو ماننے کے بعد۔ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق کے دعویٰ کے بعد۔ اگر توحید پر قائم ہونے کے بعد بھی اندھیرے ہیں تو سارے دعوے جھوٹے۔ قرآن کریم نے کہا ہے کہ جو میرے ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے ایک ایسا نور پیدا کیا جاتا ہے اور ایسا نور ان کو دیا جاتا ہے جو ان کی راہبری کرتا ہے۔ آگے بھی اور پہلو پر بھی۔

تو یہاں میں ساری جماعت کو توجہ دلا رہا ہوں کہ جو انفرادی عطیہ ہے ذہن کا یعنی ایک فرد کو مل گیا۔ ایک خاندان میں پیدا ہو گیا تہ اس کو ضائع کرنا ہے اور نہ جماعت کا مجموعی طور پر جو عطا خدا تعالیٰ نے دی اور بڑی دی۔ دوسروں سے زیادہ دی ہے تہ اس کو ضائع کرنا ہے ناشکرے نہیں بنا۔ اس کے شکر گزار بندے بننے کی کوشش کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

دعائے مغفرت

نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ مکرم و محترم چوہدری نور محمد صاحب نائب مختار عام صدر انجمن احمدیہ کل مورخہ ۱۰ راگست ۱۹۸۲ء کو صبح ۸ بجے فضل عمر ہسپتال میں وفات پا گئے۔ احباب کی خدمت میں مرحوم کی دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی درخواست دعا ہے۔ (محمد ارشد کاتب دار الصدر شرقی ربوہ)

اعلان

۱۴ راگست بروز ہفتہ یوم پاکستان شان و شوکت سے منانے کے لیے خصوصی انتظامات کئے جا رہے ہیں اس روز ربوہ کے اطفال آپس میں مختلف دوستانہ میچز کھیلیں گے۔ سوا پانچ بجے آل ربوہ فٹ بال، باسکٹ بال اور گالا آسن کے نمائشی میچز گھوڑ دوڑ گراؤنڈ میں منعقد ہونگے۔

تمام اطفال سے گذارش ہے کہ سوا پانچ بجے گھوڑ دوڑ گراؤنڈ میں حاضر ہو کر اس پروگرام میں شمولیت کریں۔ (مہتمم مقامی مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ)

مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع

مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع مورخہ ۱۵، ۱۶، ۱۷ اخاء ۱۳۶۱ ہش / اکتوبر ۱۹۸۲ء (روز جمعہ، ہفتہ، اتوار) ربوہ میں منعقد ہوگا۔

جس میں ہر مجلس کی نمائندگی لازمی ہے لہٰذا ابھی سے اس اجتماع کی تیاری شروع کر دیجئے خدا تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

(سیکرٹری عمومی مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ)

سالانہ صنعتی نمائش لجنہ اماء اللہ

لجنہ اماء اللہ کی سالانہ صنعتی نمائش اس سال بھی لجنہ ہال کی گیلری میں لگائی جائے گی۔ اپنے ہاتھ کی بنی ہوئی اشیاء لائیں نیز تھوڑی تعداد میں اپنے شہر کی خاص مصنوعات بھی نمونہ کے طور پر لائیں۔ (سیکرٹری نمائش لجنہ اماء اللہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اشتہاروں کی اس مہم کے بارے میں لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ جماعتِ احمدیہ کے افراد جو پاکستان میں ہیں یا پاکستان سے باہر ہیں وہ ان "خبروں" کی حقیقت سے پوری طرح واقف ہیں۔ اسی طرح ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ ہمارے وہ بھائی جو ہماری جماعت میں شامل تو نہیں ہیں لیکن ہم سے محبت اور پیار کا تعلق رکھتے ہیں وہ بھی ان افواہوں کی حقیقت سے لاعلم نہیں ہیں اور اس لیے وہ بھی پراپیگنڈا کی اس مہم سے کسی طرح متاثر نہیں ہو رہے۔ ہمارے بہت سے غیر از جماعت بھائی ازراہ محبت، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے وقت ہمارے ساتھ تعزیت کا اظہار کرنے، ہمارا غم بٹانے اور صدمہ کی اس گھڑی میں ہمیں تسلی دینے کے لیے اپنے جاننے والے احمدی احباب کے پاس ربوہ میں بھی اور بیرون ربوہ بھی تشریف لاتے رہے ہیں۔ ہم جہاں اس اظہارِ ہمدردی کے لیے ان کے شکر گزار ہیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے، وہاں ہمیں یہ بھی علم ہے کہ وہ حالات سے پوری طرح باخبر اور ان افواہوں اور من گھڑت قصوں کی حقیقت سے پوری طرح واقف ہیں۔ اس لیے ہمیں اپنے ان مخلص دوستوں کے بارے میں بھی تسلی ہے کہ پروپیگنڈا کی یہ مہم ان کے ذہنوں میں ہمارے بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی یا تشکوک پیدا کرنے کا باعث نہیں بن سکتی۔

جو جھوٹے الزامات اور شر انگیز افواہیں گمنام اشتہارات کے ذریعے پھیلائی جا رہی ہیں ان کا ہم کوئی نوٹس نہیں لینا چاہتے اور نہ ہم انہیں کوئی وقعت دیتے ہیں۔ ان کی حیثیت جھوٹ کے ایک پلندہ سے زیادہ نہیں جن کی اہمیت صرف اتنی ہے کہ یہ اپنے لکھنے والوں کے مکروہ چہروں اور ان کے گھناؤنے عزائم سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ ایسے اشتہارات تو اپنی تردید آپ ہیں اور کوئی عقلِ سلیم رکھنے والا انکو لائقِ التفات نہیں سمجھتا۔ ہم تو ان پردہ نشین اشتہار بازوں کو مخاطب کرنا بھی اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

البتہ اخبارات میں شائع شدہ غلط خبروں اور جھوٹی افواہوں کے بارہ میں آج جو ہم قلم اٹھا رہے ہیں تو اس کا مقصد بھی کسی خبر کی تردید کرنا یا کسی افواہ کو بے بنیاد ثابت کرنا نہیں ہے اور نہ ہی ہمیں اس غرض کیلئے کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔

ہم آج اپنے صفحات میں ان باتوں کا تذکرہ کرنے پر صرف اس لیے مجبور ہوئے ہیں کہ ہم اپنے ملکی اور قومی پریس کے اربابِ حل و عقد اور صحافی حضرات کی خدمت میں کچھ گزارشات کرنا چاہتے ہیں اور انہیں یاد دلانا چاہتے ہیں کہ "خبر" ہر اس بات کو نہیں کہتے جو راہ چلتے یا کسی قہوہ خانے میں بیٹھے ان کے کانوں میں پڑے۔ اسی لیے ہر ذمہ دار اور با اصول صحافی اس بات کا خصوصی خیال رکھتا ہے کہ افواہوں کی صورت میں جو کچھ وہ سنتا ہے اسے تحقیق کی چھلنی میں چھان کر صرف وہ بات اپنے قارئین کے سامنے پیش کرے جس کی سچائی کی وہ تصدیق کر سکتا ہو۔

جب ہم اس نقطۂ نظر سے ان "خبروں" کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بدقسمتی سے ہمارے صحافی حضرات نے ان خبروں کی سچائی کو جانچنے اور ان کی صداقت کو پرکھنے کے لیے کسی قسم کی زحمت گوارا نہیں کی۔

ہمارے اشاعتی مراکز سے ربوہ کچھ اتنا دور بھی نہیں کہ ہمارے دوست خود یہاں تشریف لا کر حالات کا بچشم خود جائزہ نہ لے سکتے ہوں۔ پھر یہ بھی نہیں ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے افراد صرف ربوہ میں ہی بستے ہوں۔ پاکستان کے ہر شہر ہر قصبے اور ہر گاؤں میں جماعت کے افراد موجود ہیں۔ اور ان بڑے شہروں میں تو، جہاں سے زیادہ تر اخبارات شائع ہوتے ہیں، جماعت کے افراد کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ جماعت کی اپنی مساجد اور اپنے دفاتر موجود ہیں جماعت کے ذمہ دار کارکنان موجود ہیں۔ ہر بڑے شہر میں جماعت کی طرف سے امیرِ جماعت مقرر ہیں۔ اگر ہمارے یہ دوست چاہتے اور اگر یہ پسند کرتے کہ ان کے موقر جریدے میں غلط خبریں اشاعت پذیر نہ ہوں تو جماعت کی انتظامیہ سے رابطہ پیدا کر سکتے تھے۔

پھر ان خبروں کے ضمن میں ایسی شخصیات کے نام بھی آئے ہیں جو قومی اور بین الاقوامی حلقوں میں جانی پہچانی اور معروف ہیں۔ اگر ہمارے صحافی اصحاب اپنی ذمہ داری کو سمجھتے تو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب یا نوبل انعام یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبد السلام صاحب یا ایم ایم احمد کے بارے میں کوئی "خبر" شائع کرنے سے پہلے ان اصحاب سے بھی اس "خبر" کی تصدیق یا تردید کے لیے رابطہ کر سکتے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی اتنا غیر معروف نہیں ہے کہ ہمارے صحافی حضرات کو ان کی تلاش میں کچھ دقت پیش آتی۔

پس آج ہم اپنے صحافی بھائیوں کی خدمت میں یہی گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ ہم اور آپ دونوں اس مقدس اور برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں میں شامل ہیں جو اپنے دشمنوں کے حلقہ میں بھی صادق اور صدوق کے نام سے پہچانا جاتا تھا، جس نے اپنے ماننے والوں کو ہر حال میں اور ہر مشکل وقت میں بھی سچ بولنے، سچی بات کہنے اور سچ پر عمل کرنے کی تلقین کی ہے، جس نے خدا تعالیٰ کی راہ میں سب سے بڑا مجاہد اس شخص کو قرار دیا ہے جو سلطانِ جابر کے سامنے بھی سچی بات کہنے والا ہو، جس کی ساری زندگی لوگوں کو سچ کی طرف بلانے اور سچ پر چلانے میں بسر ہوئی اور اسی برگزیدہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہم دلی دکھ اور غم کے ساتھ آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ خدارا! کسی بات کے کرنے سے قبل یہ دیکھ لیا کریں کہ آپ کا کوئی قول یا فعل اس سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنیوالا تو نہیں۔ کہیں آپ بے بنیاد الزامات لگا کر اور جھوٹی افواہوں کو "مصدقہ اطلاع" کے طور پر شائع کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی کے مرتکب تو نہیں ہو رہے۔ کیونکہ اس برگزیدہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کے بعد جھوٹ کی اشاعت میں حصے دار بننا آپؐ کے حضور میں گستاخی سے کم نہیں۔

ہمیں آپ کی صحافت اور صحافت کے معیار سے کوئی دلچسپی نہیں۔ ہم تو صرف یہ دردمندانہ گزارش آپ کی خدمت میں کرنا چاہتے ہیں کہ خدارا! اس صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونیوالی قوم کو جھوٹ اور ظلم میں ملوث نہ کریں۔ انکو سچ پڑھنے کے لیے دیں کہ یہ اس قوم کا حق ہے۔ خدا اور اس کے سچے رسولؐ کے نام پر قائم ہونیوالے اس ملک کے شہریوں کا حق ہے۔ آپ انہیں ان کے اس بنیادی حق سے محروم نہ کریں۔ ان کی آنکھوں پر پردہ ڈالنے اور حقائق کو چھپانے کی کوشش نہ کریں۔

باقی جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں، اس طرح کی بے بنیاد افواہیں اور جھوٹے قصے ہمیں اپنے راستے سے بھٹکا نہیں سکتے۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے تمام بنی نوعِ انسانی کو اس عظمت اور جلال اور قدرت کے مالک خدا کی طرف بلانے کے لیے کھڑا کیا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا اور ہر دو جہان کا مالک ہے۔ ہمیں خدا نے محمد رسول اللہ کی صداقت ظاہر کرنے اور آپؐ کے بلند مرتبہ سے دنیا کو روشناس کرانے کے لیے کھڑا کیا ہے۔ ہمیں خدا نے بنی نوع انسان کو اس صاف اور سیدھی اور سچی راہ کی طرف بلانے کے لیے کھڑا کیا ہے جو اسلام کی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ ہے اور ہمارا یہ عزم ہے کہ ہم اپنی زندگی کے آخری سانس تک اور اپنے خون کے آخری قطرہ تک اس مقصد کے حصول کے لیے کوشاں رہیں گے۔ یہ بے بنیاد باتیں۔ یہ بہتان تراشیاں اور یہ جھوٹے قصے ہمارے راستے کی روک نہیں بن سکتے۔

ہمارا یہ ایمان ہے اور ہم میں سے ہر ایک پوری بصیرت کے ساتھ اس یقین پر قائم ہے کہ ہم خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ ہیں۔ یہ پودہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم